محمد عبدالہادی العمری

ایک متحرک شخصیت
مولانا مختار احمد ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۹ ستمبر ۲۰۰۷ کی شام عالم اسلام کی ایک ممتاز شخصیت، معروف عالم دین مولانا مختار احمد ندوی سابق امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، نائب صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، رئیس جامعہ محمدیہ، مدیر الدار السلفیہ صدر ادارہ اصلاح المساجد کا مختصر علالت کے بعد ممبئی میں انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

موصوف اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ انہوں نے اپنی انفرادی کوششوں سے وہ کارنامے انجام دیئے جو اداروں اور تنظیموں کے لیے بسا اوقات دشوار ہیں۔ ان کی شخصیت اور کارناموں کے اعتبار سے نہ جانے کتنے میگزین اور مجلّات وقتاً فوقتاً خصوصی نمبر نکالتے رہیں گے۔ لیکن اس وقت ایک مختصر مقالہ قارئین ''ترجمان الحدیث'' کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔

مولانا موصوف ۲۸ جون ۱۹۳۰ء شمالی ہندیوپی کے ایک مردم خیز شہر مئو میں پیدا ہوئے۔ جہاں بڑی اہم علمی فکری اور روحانی شخصیات پیدا ہوئیں۔ ابتدائی تعلیم مئو ہی میں مدرسہ عالیہ جماپورہ وغیرہ میں پائی اور درس نظامی کی تکمیل ''فیض عام'' سے کی جو صرف مئو ہی نہیں بلکہ ہندوستان کی ایک اہم قدیم دینی درسگاہ ہے۔ پھر ندوۃ العلماء لکھنو میں مزید تعلیم حاصل کی۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ اردو اور فارسی کے مختلف امتحانات بھی دیتے رہے۔ بالآخر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔

فراغت کے بعد تقریباً دس سال اپنے والد کی شدید خواہش پر کلکتہ کی جامع مسجد نور علی میں بطور امام و خطیب خدمت انجام دیتے رہے اور ساتھ ہی دینی کتابوں کی اشاعت کا کام بھی کرتے رہے۔ پھر ملکی حالات کے پیش نظر کلکتہ سے ممبئی منتقل ہوگئے۔

۱۹۶۲ء میں ممبئی تشریف لے آئے تو وہیں کے ہو رہے۔ ممبئی آتے ہی مومن پورہ کی جامع مسجد اہل

حدیث کے امام وخطیب بنا دیئے گئے۔ایک عرصہ تک یہ خدمت انجام دینے کے بعد علمی، تنظیمی اور تجارتی ذمہ داریوں کے باعث اس سے سبکدوش ہو گئے۔البتہ خطابت اور دروس کا سلسلہ آخر تک جاری رہا۔ممبئی اپنے دفتر کے قریب بنگالی مسجد مدنپورہ میں خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے اور اپنی رہائشگاہ باندرہ کی جامع مسجد میں نماز فجر کے بعد درس دیتے رہے۔مومن پورہ میں قیام کے دوران مسجد اہل حدیث سے متصل مختلف احباب کے تعاون سے ایک بہترین عصری اسکول مولانا آزاد ہائی سکول کے لیے چھ منزلہ عمارت تعمیر کروائی۔

مولانا کو اللہ تعالٰی نے تقریر وتحریر دونوں صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ملک کے طول وعرض میں مختلف مناسبتوں سے انہیں بطور مرکزی خطیب مدعو کیا جاتا۔بیرون ملک بھی آپ نے کئی سفر کیے، جن میں ایامِ حج میں مکہ مکرمہ کی خطابت اہم تھی۔جب سعودی حکومت حجاج کرام کی رہنمائی کے لیے مختلف زبانوں کے اہل علم کو مدعو کیا کرتی، گو کہ ابھی تک یہ سلسلہ جاری ہے، لیکن کچھ بنیادی تبدیلیوں کے ساتھ۔نیز مولانا نے جمعیت اہل حدیث کی دعوت پر برطانیہ کے کئی دورے کیے اور خوشگوار یادیں پیچھے چھوڑ گئے۔تحریری میدان میں بھی مولانا زبردست صلاحیت رکھتے تھے۔ان کی متعدد کتابوں کے علاوہ ان کی زیرنگرانی نکلنے والا مجلّہ ''البلاغ'' اس کی روشن مثال ہے، جو سترہ سال سے پابندی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے اور ملک وبیرون ملک پنا وسیع حلقہ رکھتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ مختلف اخبارات اور مجلّات میں آپ کے مقالات تجزیے اور تنقیدی مضامین بڑے شوق سے پڑھے جاتے رہے۔

آپ کی دینی، دعوتی، علمی اور تنظیمی سرگرمیوں کے باعث مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی امارت آپ کے سپرد کی گئی اور عرصہ تک آپ امارت کے فرائض انجام دیتے رہے۔اسی دوران بھارت کے مسلمانوں کا مشترکہ پلیٹ فارم ''مسلم پرسنل لاء بورڈ'' کے نائب صدر بنا دیئے گئے۔دوسری طرف تجارت میں خاصہ تجربہ رکھتے تھے۔ممبئی جیسے تجارتی شہر میں آپ کے مکتبہ الدار السّلفیہ کو کتابوں کے بہترین ایکسپورٹر کے خطاب سے نوازا گیا۔

الدار السّلفیہ ......

مولانا نے تصنیف وتالیف اور نشر واشاعت کی غرض سے ایک علمی ادارہ الدار السّلفیہ قائم کیا۔اگر مولانا کے کارناموں کی فہرست کو حذف کر کے صرف اس ایک ہی ادارہ کا نام لیا جائے تب بھی ان کی شاندار کامیابی کے لیے کافی سمجھا جائے گا۔اس ادارہ سے وہ لوگ جو کتاب وسنت کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہتے

ہیں، انہیں جو فائدہ پہنچا اور پہنچ رہا ہے اسے مستقبل کا مورخ نظرانداز نہیں کر سکے گا۔ تحریک آزادی ہند کے بعد ایک زمانہ ایسا گزرا کہ مسلک اہل حدیث سے تعلق رکھنے والے عوام کے ہاں علمی ذخیرہ بہت محدود ہو گیا تھا۔ چند خاص مسائل سے متعلق کتابوں کی تو بہتات تھی لیکن باقی مسائل میں لٹریچر نہ ہونے کے برابر تھا۔

مولانا نے علم وفکر کی اس تنگ دامنی کو محسوس کیا اور اس ادارہ کے ذریعہ عرب وعجم کے معتبر علماء سلف کی تصانیف اور تراجم کی اشاعت کی اور بعض محسنین کے تعاون سے کتب کا ڈھیر لگا دیا۔ برصغیر کی تاریخ میں علامہ نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ایک انوکھا کام کیا جو ان کتابوں کی مفت تقسیم کا تھا۔ کئی کئی اہم کتابوں پر مشتمل سیٹ جو بازار میں کم یاب یا گراں قیمت ملتا تھا وہ اس ادارہ کی جانب سے مفت تقسیم کیا جانے لگا۔ ۱۹۷۰ء میں مولانا آزاد ہائی سکول کی افتتاحی تقریب ہوئی تو اس مناسبت سے جلسہ عام بھی رکھا گیا تھا۔ جس میں کثیر تعداد میں لوگ شریک تھے۔ ان کے لیے یہ اعلان خوشگوار حیرت ثابت ہوا کہ ہر ایک کے لیے کتابوں کا سیٹ تیار ہے وہ اپنے ساتھ لے جائے۔ اس طرح مختصر عرصہ میں بھارت کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے ہزاروں اہل حدیث وغیر اہل حدیث گھرانوں میں یہ کتابیں پہنچ گئیں۔ کتابوں کی اس تقسیم پر بعض تاجران کتب نے سخت شکایت بھی کی کہ اس سے ہمیں نقصان پہنچ رہا ہے اور کچھ لوگوں نے اس طرح کی کوششوں پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ گویا سلفی نقطہ نظر کی کتابوں کا سیلاب آ گیا ہے۔ بلاشک وشبہ ان کتابوں سے تشنگان علوم اسلامیہ کی جہاں سیرابی ہوتی رہے گی وہیں مولانا اور محسنین کے لیے یہ ان شاء اللہ صدقہ جاریہ ہوگا۔

ادارہ اصلاح المساجد......

مولانا نے اس اداہ کے ذریعہ وہ کارنامہ انجام دیا جس کی نظیر بھارت میں مشکل ہی سے ملے گی۔ اس ادارہ کے ذریعہ سینکڑوں عالی شان مساجد ملک کے طول وعرض میں بنائی گئیں۔ عموماً اہل حدیث افراد کی مساجد اپنوں کی بے اعتنائی اور غیروں کی چیرہ دستیوں کے باعث تنگ دامنی اور شکستہ حالی میں مشہور تھیں، لیکن بعض عرب دوستوں کے تعاون سے مولانا نے مساجد کا جال بچھا دیا۔ ہندوستان میں شاید ہی کوئی شہر ہو جس میں اس ادارہ کی جانب سے مسجد نہ بنائی گئی ہو۔ ادارہ کا یہ کام مقامی، سیاسی، سماجی اور مسلکی اختلافات [illegible] کامیابی سے انجام دینا بہت [illegible] درجان جوکھوں کا معاملہ تھا۔ لیکن غیر معمولی جرات و [illegible] مولانا نے [illegible] پر نظر

رکھتے ہوں۔ جہاں بعض اوقات ایک مسجد کی تعمیر بھی بڑا کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔

ان مساجد کی تعمیر کے بعد یوں ہی نہیں چھوڑ دیا گیا بلکہ بیشتر مساجد میں تعلیم وتربیت کے حلقات بھی قائم کیے گئے۔ ان حلقات کو تعلیم الاسلام ہی کا نام دیا گیا اور حسب ضرورت معلم کی تنخواہ کا بھی ادارہ کی جانب سے انتظام کیا گیا۔

جامعہ محمدیہ ......

برصغیر کی قدیم روایت رہی ہے کہ متمول اور دینی شخصیات دینی مدارس قائم کیا کرتے ہیں۔ جہاں تشنگان علوم نبوت کی پیاس بجھانے کے انتظامات ہوتے ہیں۔ ہندوپاک میں پھیلے سینکڑوں چھوٹے بڑے مدارس اس جذبہ کی بہترین دلیل ہیں۔ جن سے لاکھوں طلبہ فیضیاب ہورہے ہیں۔ مولانا نے بھی چند اہم درسگاہیں قائم کیں جو ظاہری اور باطنی خوبیوں سے مالا مال ہیں۔ جامعہ محمدیہ کے لیے آپ نے مہاراشٹر کے ایک صنعتی علاقہ مالیگاؤں سے متصل منصورہ نامی بستی آباد کی جس میں جامعہ کا کمپلیکس اس خوبصورتی سے تعمیر کیا گیا کہ ممبئی روڈ کے مسافروں کو دور ہی سے اس کی کشش اپنی طرف کھینچتی ہے۔ یہاں دینی مدارس کے قدیم طرز سے ہٹ کر دلکش عمارتیں جو نہایت سلیقہ سے کھڑی ہیں، دین ودنیا کے حسین امتزاج کا نمونہ پیش کرتی ہیں۔ جامعہ میں درس نظامی ابتدائی سے فضیلت تک کا انتظام ہے۔ تحفیظ القرآن کا شعبہ اس کے علاوہ ہے۔ اس کے ساتھ ہی مدرسہ عائشہ قائم ہے۔ جس میں لڑکیوں کے لیے درس نظامی کا مکمل انتظام ہے۔ عموماً ہندوپاک میں لڑکیوں کی دینی تعلیم کا ابتدائی نظم تو ہے لیکن باقاعدہ فضیلت تک کی تعلیم کے لیے معیاری درسگاہوں میں لڑکیوں کے لیے انتظام نہیں ہے۔ مولانا نے اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے اس خلاء کو پُر کرنے کی کوشش کی۔ جس کے ثمرات ملک کے علاوہ بیرون ملک بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ ان درسگاہوں کی فیض یافتہ تقریر وتحریر کے ذریعہ عوام کی رہنمائی کررہی ہیں، تو کہیں تدریسی صلاحیتوں سے علم کے موتی بکھیر رہی ہیں۔ مولانا نے اگر وسطی ہند میں یہ درسگاہ قائم کی تو شمالی ہند میں کلیۃ فاطمۃ الزہراء کی بنیاد ڈالی۔ اس علاقہ میں لڑکیوں کی اعلیٰ دینی تعلیم کے لیے اسے ایک کامیاب درسگاہ کے طور پر دیکھا جاتا ہے اور جنوبی ہند کے لوگوں کے لیے بنگلور جیسے ماڈرن شہر میں جامعہ کی شاخ قائم کی۔ جس میں طلبہ اور طالبات کی تعلیم اور رہائش کے لیے عصری تقاضوں کے مطابق اعلیٰ انتظامات ہیں۔

محمدیہ طبیہ کالج ......

دینی مدارس کے فارغین کو عموماً حصول معاش کے لیے جن کٹھن مراحل کا سامنا کرنا ہوتا ہے، اس پر قابو

پانے کے لیے محمدیہ طبیہ کالج قائم کی۔ جس میں جامعہ سے فراغت پانے والے خواہشمند طلبہ کے علاوہ دیگر بیرونی لڑکوں کو بھی داخلہ دیا جاتا ہے۔ اس کالج کے فارغین کو بی یو ایم ایس کی ڈگری دی جاتی ہے جو حکومت کی جانب سے تسلیم شدہ ہے وہ بطور ڈاکٹر اور حکیم اپنی خدمات انجام دے سکتے ہیں۔

ویسے اس وقت میں ایک مختصر تعارفی مضمون لکھ رہا ہوں۔ ورنہ ان کے کارنامے طویل مقالہ کے متقاضی ہیں۔ بلکہ مولانا نے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں جو کارنامے انجام دیئے' وہ اس قابل ہیں کہ کوئی مولانا پر ڈاکٹریٹ کا مقالہ تیار کرسکتا ہے اور مجھے یقین ہے کہ ان شاء اللہ اگر کوئی مولانا کی شخصیت پر ریسرچ کرے گا تو اسے بہت جلد احساس ہوگا کہ اس نے درست سمت میں بروقت صحیح قدم اٹھایا ہے اور مطلوبہ مواد اسے آسانی سے دستیاب ہو سکے گا۔

ان کے کارناموں کی فہرست پر سرسری نظر ڈالتے ہی اندازہ ہوسکتا ہے کہ ان کی موت سے کس قدر خلاء پیدا ہوا ہوگا۔ ان مختلف اداروں کی ذمہ داریاں ایک نہیں بلکہ کئی اشخاص اور ادارے چاہتی ہیں تاکہ قوم وملت کے لیے قائم کیے گئے یہ مراکز اپنے مقاصد کو بروئے کار لانے میں لگے رہیں' ورنہ ہندوپاک میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ اگلوں نے بڑے نام پیدا کیے لیکن پچھلوں سے ان ناموں کی عظمت بھی سنبھالی نہ جاسکی۔

مولانا کی مصروف زندگی کے چند آخری ایام بیماری میں گزرے۔ تاہم مصروفیات بالکل ختم نہیں ہوئیں' کچھ کم ضرور ہوئی تھیں۔ شاید زندگی ہی میں اپنے نائبین کو تیار کرنے کا یہ قدرتی موقع ملا ہو۔ بالآخر مسلک اہل حدیث کا عظیم داعی اور ملت اسلامیہ کا سپاہی ۹ ستمبر ۲۰۰۷ء کی شام ابدی نیند سو گیا۔ دوسرے دن ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں مولانا سلیمان میرٹھی نائب امیر جمعیت اہل حدیث ہند نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور ممبئی ہی میں تدفین عمل میں آئی۔

مولانا کی گویا سیمابی شخصیت تھی۔ جنہیں ان کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا' انہیں احساس ہے کہ وہ اس طرح متحرک رہتے' جیسے جسم میں پارہ بھر دیا گیا ہو۔ مولانا کی بے انتہاء مصروف زندگی اور مختلف النوع ذمہ داریاں علمی' دعوتی' تعلیمی' تنظیمی اور تجارتی مصروفیات کے ہجوم میں فیصلوں میں سرعت کی ضرورت ہوتی اور اس برق رفتاری کے باعث ممکن ہے کبھی کچھ لوگوں کو شکایات بھی ہو جایا کرتیں' جو کہ بشری تقاضا ہے۔ کمال صرف اللہ تعالیٰ کو ہے' اللہ عزوجل ان کے ساتھ عفوودرگزر کا معاملہ فرمائے۔ بشری لغزشوں کو معاف کرے' ان کے کارناموں کو ان کے لیے اور محسنین کے لیے صدقہ جاریہ بنا دے' ان کے خون جگر سے سینچے ہوئے گلشن کو سدا بہار بنا دے اور پسماندگان کو خیر خلف ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆